"خراجِ عقیدت"
۱۳۸۸

بطرزِ مسدس

مرثیہ
وفاتِ حسرت آیات
حضرت مہاجر ملت مولانا و مرشدنا
مولوی محمد یوسف صاحب میر واعظ کشمیر

برّد اللہ مضجعہ
وجعل الفردوس مثواہ

کہ ۱۲ ماہ مبارک رمضان بعد افطار یوم شنبہ - ۷ دسمبر ۱۹۶۸ء وقوع فوت

از
خواجہ محمد امین درابو - درابو صاحب - سری نگر کشمیر

بسم اللہ الحی الباقی الذی لا یموت

وَمَنْ یَخرُجْ مِنْ بَیْتِہٖ مُہَاجِراً اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ یُدْرِکْہُ الْمَوْتُ
فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ

جوشے کہ میزید بدل اکنون گریستن
در حیرتم کہ ضبط کنم چون؟ گریستن
ہر سعی ضبط میکند افزون گریستن
غم خوردن، آہ و نالہ زدن، خون گریستن

امروز وعظ ناصح مشفق بما مگو
پر پند صبر گوش نہادن زما مجو

هی واعظی که بود نکو کار و نیک بخت
دور از وطن بملک عدم برکشید رخت
مارا دلی که بود ز غم کرد لخت لخت
صبر از دل غمین و حزین مشکل است و سخت

بست ۲۳ دفعه سال از نظر ما رهین ماند
روی ندیده بازمها نا ندیده ماند

مهر سپهر مهر و وفا رفته در وبال
ماه منیر صدق و صفا روی در زوال
هم دیده ربط علم و عمل از هم انفصال
هم برده ضبط زهد و ورع رو به انخلال
ای آفتاب مهر و وفا هی کجا شدی؟
وای ماهتاب صدق و صفا هی کجا شدی؟

دی

۲۲

بیست و دو سال شد که ندیدم روی او
راہے نداده اند درین عرصه سوئی او
زان سان که باد نیز نیاورد بوئی او
پیغام ہم رسید بمشکل ز کوئی او

جور و جفا و جبر کجا دیده کس چنین؟
نے دیده کس چنین و نه شنیده کس چنین

با آنکه نارسیده بکس گه ضرر ازو
با ہر که کرد خیر، صله دیده شر ازو
بدنام کرد تہمت آنکه شده نامور ازو
تلخی کشید از آنکه چشیده شکر ازو

با اینہمه نداشته بدل جوشِ انتقام
از حدِ شرع گاه برون نانہاده گام

در هر صلاح و مشورهٔ شرعی جواز جست
عزمش بلا جواز چنین هم فتاد سست
زین داشتی درست تمیز ز نادرست
در انصرام امر درست ایستاد چست

مرد خدا شناس و خدا ترس اینچنین
بسیار کم کنون بتوان دید بر زمین

آن بهر قوم رنج و مصیبت کشیدهٔ
هجرت، جلا، و محنت و زحمت چشیدهٔ
راحت رساندهٔ و اذیت رسیدهٔ
احسان کرده بدله ملامت شنیدهٔ

نا آورده بر زبان گه از کس حکایتے
نے بر کسے ملامتے نه از کس شکایتے

حق گوی و حق شناس و حق آموز و حق پسند

وز بهر حق، وصبر بسی داد وعظ و پند

دستی گشاده داشت بمحتاج و مستمند

زان بوده پیش اهل نظر رتبه اش بلند

ظلمت ز فوت عالم دین، هاتفی گریستا

دانا به سال فوت شدش "وای ظلمتا"

١٣٩٦

نحدیم از ایاب تو در شوق و انتظار

وان انتظار حیف بدل شد به اضطرار

برده پیام مرگ تو ناگه ز دل قرار

گشتند مخلصان تو هر جای سوگوار

بنشسته در عزای تو امروز خرد و زن

وز آتش فراق تو در سوز مرد و زن

تا دیر خواستیم ز ایزد بقائی تو
مشتاق بوده ایم برای لقائی تو
بنشسته ایم آه کنون در عزای تو
اکنون چه بنگریم که خالی است جای تو —

دیوانۂ سراغ مزارِ تو عالمے
پروانۂ چراغ مزارِ تو عالمے

پیری و ناتوانی و سردی و انجماد / انجماد
طمع، خلافِ طبع، قدم باز پس نهاد
وز پیش رفت خامه هم اکنون جواب داد
"بر رفتنی" و "رفته" خدا مغفرت کناد

ما را نصیب باد رضائی خدائی ما
واندر جوارِ رحمتِ وی باد جای ما

قطعهٔ تاریخ :-

اینچه وحشت را خبر آورد باد، آوخ. گران
گشته درہم نظم حال و خورده برہم بزم قال
حیف صد افسوس، در ہجرت دراین، کرده ست
یوسف ما، مرشد ما، واعظ ما، انتقال
عالم و عامل بسنت عارف و صوفی حق‌شناسی
حاجی الحرمین و حافظ، واعظ شیرین مقال
رہنمای اہل دنیا و امام اہل دین
مقتدای اہل قال مہتدای اہل حال
ہر کسے را اندریں جانسوز ماتم بنگریم
سینه بریان ز آتش غم، دیده گریان از ملال
ہر چہ دار الامارت ہم نگوں در ماتمش
ہم قد محراب و منبر در غمش خم چوں ہلال

تاریخ جانشینی عزیزانش

مولوی محمد احمد در آزاد کشمیر

مولوی فاروق در مقبوضه

زیں دارِ فانی ناگہاں چوں رخت خود بیروں کشید

آں پیشوائے نامور یوسف رئیس الواعظین

کشمیر ما بد قسمتاں از شامت اعمال ما

شد دو پارہ ماند از ہم جدا آں انجمن ایں انجمن

آنو محمد احمد و نوخیز فاروق این فراق

بر منبر و سجادہ اش بنشاندہ اند دو جانشیں

بر جانشینی ہر دو ایں داراب تاریخ عجب

گفت و دعا گو یا نہ گفت "فاللہ خیر الناصرین"

←١٣٨٨→

ہندو بھائیون سے خطاب

از

عالی جناب مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ
جی - سی - آئی - ای - پیشکار و سابق صدر اعظم
دولت آصفیہ

۵ - خورداد سنہ ۱۳۴۸ ف

۱۰ - اپریل سنہ ۱۹۳۹ ع

مطبوعۂ دار الطبع سرکار عالی

ہندو بھائیوں سے خطاب

میں ایک مدت سے اپنے آبائی وطن میں اُس سیاسی کشمکش کو گہری نظر سے دیکھ رہا ہوں جو ملکی امن و آسائش کی حریف بن کر روز بروز ایک نئی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے اور جس کی وجہ سے ممالک محروسہ سرکار عالی کی ہموار اور پر امن سطح پر بھی بے چینی سی محسوس ہونے لگی ہے۔ میں ان ناخوشگوار حالات پر ایک خادم ملک اور وابستۂ دامن دولت آصفیہ کی حیثیت سے بہت قبل اظہار خیال کرنا چاہتا تھا لیکن طبیعت کے اضمحلال کی وجہ سے اس کا موقع اب مل سکا۔

یہ امر بے نیاز تشریح ہے کہ حیدر آباد کی سیاسی بے چینی اُن ہنگاموں کی صدائے باز گشت ہے جو بیرون ملک پیش آ رہے ہیں اور جنھوں نے گو ابتداً سیاسیات کے دامن میں آنکھ کھولی تھی لیکن رفتہ رفتہ فرقہ پرستی کی ناعاقبت اندیشانہ ذہنیت کی وجہ سے فتنہ پردازیوں میں تبدیل ہو گئے اور اس طرح تبدیل ہو گئے کہ حکومتیں بے چین ہیں۔ رعایا پریشان ہے اور جانیں آئے دن خطرہ میں پڑتی جا رہی ہیں اور ملک کے سچے بہی خواہ ہر جانب ماتم کر رہے ہیں۔

بنیادی طور پر ہمارے ملک کو نہ ان سے کبھی پہلے تعلق تھا اور نہ اب ہو سکتا ہے۔ حیدر آباد کا دامن ہمیشہ سے اس قسم کی ہنگامہ آرائیوں سے پاک رہا ہے اور یہ ایک واقعہ ہے کہ اس سرزمین میں بسنے والے (ہندو مسلمان۔ پارسی عیسائی) ایک دوسرے کو برادرانہ محبت سے دیکھتے رہے ہیں اور اُن کے دل میں کبھی کوئی مخالفانہ احساس پیدا ہی نہیں ہوا۔

میرے آباواجداد نے یہیں اطمینان کی سانسیں لیں اور یہیں میں (۷۵) سال سے عیش وراحت اور عزت واحترام کی زندگی بسر کر رہا ہوں اور میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ رخنہ اندازیوں کے باوجود ملک کا کثیر حصہ اب بھی اپنے روایتی حسن سلوک پر عامل ہے۔

دکن آج سے نہیں بلکہ صدیوں سے اسلامی بادشاہوں کے زیر نگیں رہتا آیا ہے لیکن کیا کوئی عادل شاہیوں کے عدل پر حرف لا سکتا ہے، بہمنیوں کی رواداری کا ثبوت اس سلطنت کے بہمنی لقب سے ملتا ہے، اسی طرح کیا کوئی بریدیوں کے حسن سلوک سے انکار کر سکتا ہے اور قطب شاہی عہد حکومت میں تو "اکنا و مادنا" کے سیاہ و سپید کے مالک ہونیکا واقعہ زبان زد عام ہے، یہی حال آصفجاہی سلطنت کا ہے جس کے ہر گوشہ میں مختلف اقوام ہر قسم کی آزادیوں کے ساتھ امن واطمینان سے جی رہی ہیں۔

کیا اس کے باوجود کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہماری حکومت کے آئین مذہبی سطح پر رکھے گئے ہیں!! میں پوچھتا ہوں کہ ملک کے طول و عرض میں بسنے والوں کو آخر تکلیف کیا ہے؟ کیا اُنکی جاگیریں ضبط کی جا رہی ہیں۔ اُنکی جائدادوں پر غاصبانہ قبضہ کیا جا رہا ہے، اُنکی تعلیمی حالت میں کوئی امتیاز رکھا گیا ہے اُنکی عبادت گاہوں پر کوئی قیود عائد کیے گئے ہیں، اُنکو ملکی خدمات میں حصہ لینے سے روکا گیا ہے۔ اُنکی عزت و آبرو خطرہ میں ہے۔ غرض کہ "ہندو مت" پر چلنے والوں کی وہ کونسی ایسی شکایت ہے جس کو حکومت نہیں سنتی۔ یا بادشاہ وقت کی پیشگاہ سے اُن کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ اگر کسی فرد کو کچھ کہنا ہے یا کوئی جماعت کچھ کہنا چاہتی ہے وہ پہلے میرے پاس تو آئے اپنا دکھ تو بیان کرے۔ اپنی تکلیف تو ظاہر کرے۔ اگر میرے نزدیک اُن کی شکایت واجبیت پر مبنی معلوم ہوی اور اُس میں تعصب و فرقہ پرستی کا کوئی شائبہ نہ پایا گیا تو میں براہ راست اپنے بادشاہ سے عرض کرونگا اور اُنکی جائز شکایتوں کو ممکنہ سعی سے دور کرانے میں اپنی پوری قوت صرف کر دونگا۔

میں اس موقع پر اسکے اظہار میں ایک شدید درد محسوس کرتا ہوں کہ حیدرآباد کی بدامنی کا الزام اُن لوگوں پر ہے جو اپنے کو وید کا پیرو بتا کر ہندو مت کو بدنام کر رہے ہیں۔ جن کی معاشرت تو عام ہندوؤں

سے ملتی جلتی ہے مگر اُن کے جدید اصول مذہب عام انسانیت کے لئے
وبال جان ہو رہے ہیں یہ لوگ مسلمان اور عیسائیوں کے اولوالعزم پیغمبروں
کو کیا سمجھ سکتے ہیں جنھوں نے انسانیت پر نہ معلوم کیسے کیسے احسان
کئے ہیں اور انسانوں کو کس طرح انسان بنایا ہے - پھر یہی نہیں بلکہ
یہ خود ہندو مت کے عظیم الشان اوتاروں کے خلاف بھی زہر اُگلنے میں کوئی
تامل نہیں کرتے، میں پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی سناتن دھرمی اس کو گوارا
کر سکتا ہے کہ آریہ سماجی کرشن اوتار کا نام بد تہذیبی سے لیں اُن کی
زندگی کو بگاڑ کر پیش کریں اور بیہودہ الزامات لگائیں یہی بات اگر کسی
مسلمان کی زبان سے نکلتی تو ٹھنڈے دل سے غور کیجیے کہ آپ کیا کرتے
پھر یہ کیا ستم ہے کہ ہماری غیرت قومی انکے لغویات کو سن کر گو تلخ گھونٹ
سمجھتی ہے مگر منھ بنا بنا کر پی جاتی ہے -

میں چونکہ ہندو دھرم کا نام لیوا اور مہاراجہ چندولال بیکنٹھ باشی کا
جانشین اور سناتن دھرمی ہوں اسلئے میری نگاہ شرم سے جھک جاتی ہے
جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ بعض سناتن دھرمی بھی در پردہ اس انسانیت سوز
پروپگنڈے میں اُن مذہبی مجنونوں کے بہکانے سے شریک ہو رہے ہیں
جو اُن کے مذہبی قوانین سے بنیادی اختلاف رکھتے ہیں -

سب کچھ سنتے بھی ہیں اور بجائے اس کے کہ اُن کی زبانیں بند کریں، اُنکی بدلگامیوں کو روکیں، اُن کے بھجنوں میں محو ہو کر اُلٹا اثر قبول کرتے جارہے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ دکن کے مسلم اور ہندو اس سلطنت ابد مدت کے دو بازو ہیں جن میں کبھی اختلاف نہیں ہو سکتا اور اس کو دکن کی دنیا خوب جانتی ہے کہ یہاں کے ہر چھوٹے بڑے ہندو خاندان پر شاہان آصفیہ کی جو بے پایاں مراعات مبذول رہی ہیں اور جس طرح سے ہر فرد کے ساتھ رواداری برتی گئی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ صدیاں گذر جانے کے باوجود دکن میں کبھی اختلاف مذہبی پیدا ہی نہیں ہوا اور نہ حقوق طلبی کا اس طرح سے ہنگامہ برپا کیا گیا۔

بیرونی افراد ہمیں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہم دکھ اور ذلت کی زندگی بسر کررہے ہیں خصوصاً جب میں نے بیرونی اخبارات میں یہ بیانات پڑھے کہ حیدرآباد میں ہندوؤں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا، وہ گھوڑے پر نہیں بیٹھ سکتے، وہ سفید کپڑے نہیں پہن سکتے، اُن کو مذہبی آزادی حاصل نہیں ہے، تو مجھے اس "سفید جھوٹ" پر ہنسی آگئی۔ بیرون ملک کے کھدر پوش آئیں اور دیکھیں کہ حیدرآبادی ہندو کسقدر سفید پوش ہیں جیسی صبا رفتار موٹریں ہم یہاں اُڑائے اُڑائے پھرتے ہیں۔ وہ کہیں دوسری جگہ نظر نہ آئینگی۔ آئین حکومت میں جو مساوات کا برتاؤ

ہمارے ساتھ کیا جاتا ہے اس کی نظیر کسی دوسرے مقام پر نہیں مل سکتی۔ جس قدر مذہبی آزادی یہاں ہم کو حاصل ہے اُسکی گواہی منادر کے وہ دروازے دے سکتے ہیں جو عبادتوں کیلئے ہر وقت کھلے رہتے ہیں اور لاکھوں روپیہ سالانہ کی بڑی بڑی جاگیریں اُن کے منادر کے انتظام کے لئے بادشاہوں نے عطا کی ہیں۔ مذہبی رسوم (جاتراؤں) جو خالص ہندو مت کے طریقہ پر ہوتے ہیں اس میں مسلمان بھی برادرانہ محبت کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور "رتھ کشی" کے موقع پر موجود رہتے ہیں۔

اگرچہ ان امور کو یہاں دہرانے کی ضرورت نہ تھی لیکن چونکہ باہر والوں نے ان حقیقتوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے اس لئے یہ ضروری تھا کہ ان باتوں کو کسی ہندو کی زبان قلم سے سنا جائے تاکہ یہ ذہنی مغالطے دور ہوں اس لئے میں نے یہ مختصر خاکہ اپنی وطنی زندگی کا پیش کیا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ جو ہمارے صحیح حالات کا تصور بھی نہیں کرسکتے سمجھیں اور اپنی قدیم آنکھوں سے دیکھیں اور کوئی ایسا اقدام نہ کریں جس سے صدیوں کا خوشگوار عمل بدنام ہو۔

میں یہ سب کچھ امن کی دولت کھونے والوں سے کہنا چاہتا ہوں اُن سے کہنا نہیں چاہتا جنھوں نے باہر سے آکر یہاں کی پرسکون فضا کو مکدر

کیا ہے اور غلط و بے بنیاد پروپگنڈے کر رہے ہیں اور ہمارے ہردلعزیز
اور محبوب آقا کی فطری ہمدردی کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو
انسان تو انسان جانور کی بھی تکلیف کو نہیں دیکھ سکتا، جو زخمی بکرے کو
اپنی موٹر پر بٹھا لیتا ہے اور اسکی مرہم پٹی کرتا ہے، جو گائے کو ذبح ہوتے
نہیں دیکھ سکتا، جو اونٹ کی قربانی کو برداشت نہیں کر سکتا، جو بلی کو لنگڑاتا
دیکھ کر دواخانہ شاہی میں اُس کا علاج کراتا ہے اور دودھ روٹی اُس
کیلئے مقرر کرتا ہے، کن کن اوصاف کو گناؤں، اس کی ذات سراپا رحمت
ہے اور اس کا محترم وجود سراپا برکت!

اس کے ہوتے ہوئے جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ بعض اہل ملک کی
سادہ فطرت بھی آریہ سماجیوں کی غلط بیانی سے متاثر ہوتی معلوم ہوتی ہے
تو مجھے افسوس ہی نہیں صدمہ ہوتا ہے کہ انھوں نے واقعات کا مطالعہ
کوتاہ نظری کے سایہ میں کیا ہے ان کو جاننا چاہیئے کہ بیرونی اشخاص کو
ہمارے اندرونی معاملات سے کیا تعلق ہو سکتا ہے اور وہ ہمارے اُس
آرام و آسائش کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے ہیں جو ہم کو واقعات کی اس
دنیا میں اسوقت حاصل ہے اس لئے اگر یہ دیوانگی نہیں تو عقل کی خرابی
ضرور ہے جسکی اصلاح وقت کا اولین فرض ہے ہم کو چاہیئے کہ فوراً پیدا
ہونے والے نتائج پر غور کریں اور اُس وقت کو نہ آنے دیں جب ہمیں

اپنے افعال و کردار پر ملامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہو اور ہمارا مختل دماغ جواب دینے کے بھی قابل نہ رہے۔

میں حسباً و نسباً ہندو ہوں لیکن اسی اسلامی حکومت میں وہ تمام اعزاز مجھ کو عطا کئے گئے ہیں جو اسی اسلامی حکومت کے لئے مخصوص ہیں۔ باور کیجئے، کہ جو مراحم و الطاف مجھ پر اور میرے ہندو خاندان پر اب تک مبذول ہیں اُس پر مسلمان امرائے عظام بھی رشک کر سکتے ہیں اور کچھ آج ہی سے نہیں ہے۔ بلکہ دولت آصفیہ کی رواداری ابتدا سے عدیم المثال رہی ہے۔ جنھوں نے حیدر آباد کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ جہاں نواب سالار جنگ بہادر اور نواب خانخانان اور فخر الملک بہادر کے خاندان امیرانہ عزت و احترام کے ساتھ بستے ہیں وہیں چھتریوں کا نام لیوا کشن پرشاد، برہمنوں کی مالا جپنے والا۔ رائے رایان اور کایستھوں کے نقش قدم پر چلنے والا شیو راج اور ایسے بہت خاندان حیدر آباد میں امیرانہ زندگی گذار رہے ہیں۔ ان کے علاوہ ممالک محروسہ میں پھیلے ہوئے سمستان (جو چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی حیثیت رکھتے ہیں) آزادی کی زندگیاں بسر کر رہے ہیں۔

غرض ممالک محروسہ میں اس قسم کے نفرت انگیز پروپگنڈے کوئی جگہ نہیں پا سکتے۔ ہماری حکومت ہماری ہے۔ اور اُس جمہوریت کی نام نہاد

حکومت کے مقابلہ میں جو امن شکنی کا درس دیتی ہے، جو معصوم بندگان خدا پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑتی ہے، جو انسانیت کے خون سے اپنی ہوس حکمرانی کی پیاس بجھاتی ہے، جو نادان جہلاء کو اُبھار کر اُس میں نفرت و حقارت کا بیج بوتی ہے - ہماری حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور نہ اُسکے خصوصیات کا اندازہ کر سکتی ہے۔ ہم صدیوں سے سلاطین آصفیہ کے زیر سایہ آرام و راحت کی زندگی گذار رہے ہیں اور آپس میں اس طرح شیر و شکر ہیں کہ ایسا نظارہ ہندوستان میں کسی دوسری جگہ نظر نہیں آسکتا -

موجودہ حالات کے لحاظ سے مجھے غالباً یہ کہنے کا حق ہو گیا ہے کہ باہر کے افراد ہمارے پر معنی اسکوت سے ناجایز فائدہ اٹھانے لگے ہیں مگر اُن کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب تک ہم میں انسانیت باقی ہے اور ہماری رگوں میں آصفجاہی نمک دوڑ رہا ہے اُسوقت تک وہ یہاں قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ ابنائے وطن کو نہ بیرونی لوگوں کے مشورے کی ضرورت ہے اور نہ مدد کی اور نہ ایسی شرر انگیزیوں میں پڑ کر اپنی زندگیوں کو تباہی کی دعوت دینا قرین عقل ہے - ہمیں چاہیئے کہ اپنے موجودہ حالات ہی پر غور نہ کریں. بلکہ اُس پشتینی امن و سکون کا بھی جائزہ لیکر دیکھیں جس کی بناء پر ہم اپنے پڑوسی ہندووں یا کسی قوم سے پیچھے نہیں رہے، اس لئے ہم کو چاہیئے کہ آریہ سماجیوں کے داخلہ کو روکیں اور اُن کے

پروپگنڈوں پر کان بھی نہ دھریں، اُن سے بہ بانگ دہل صاف صاف کہدیں کہ ہم اپنے حقوق کی حفاظت خود کر لیں گے تمہاری مدد کی، ہم کو کسی وقت ضرورت نہیں ہے، تم دریائے راوی میں طوفان پیدا کر لو مگر موسیٰ و عیسیٰ کے سنگم میں افتراق پیدا نہیں کر سکتے۔

ہماری صرف لفظوں کی غلامی اُن کی خطرناک آزادی سے بدرجہا بہتر ہے۔ اگر اس کو بیرون ملک کے باشندے غلامی سمجھتے ہیں تو اس پر ہزاروں آزادیاں قربان کیجا سکتی ہیں۔ ملکہ میں تو یوں کہونگا کہ اگر یہ غلامی ہے تو دنیا میں آزادی کا صحیح تصور کبھی پیدا ہی نہیں ہوا اسلئے اب وقت آگیا ہے کہ دکن کی رعایا و برایا اور بہی خواہان ملک فرمان مبارک مترشدہ ۲۴۔ ذیحجہ سنہ ۱۳۵۷ھ کو اپنے لئے دلیل راہ بنائیں اور ان اثرات کو زائل کرنیکی متفقہ کوشش کریں جن سے ملک کے امن وسکون کو صدمہ پہونچ رہا ہے۔ کیا وہ نہیں سنتے کہ بے نتیجہ سیتا گرہ کی جارہی ہے، کیا وہ نہیں دیکھتے کہ سڑکوں پر بے گناہوں اور غافلوں کو مارنے کے لئے بم رکھے جارہے ہیں۔ کیا اب اس سے کوئی ناواقف ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں ایسی آمیزشیں کیجارہی ہیں۔ جنکو دھوکے سے کھالینے سے کوئی دنوں بے ہوش پڑا رہتا ہے اور کوئی جان دیدیتا ہے۔ اس کے علاوہ طرح طرح سے ملک میں بدامنی پیدا کرنے کی

شرارت آمیز دھمکیاں دیجارہی ہیں۔ پمفلٹ پر پمفلٹ آرہے ہیں، اشتہاروں پر اشتہار تقسیم کیئے جارہے ہیں، پوسٹروں پر پوسٹر لگائے جارہے ہیں اور کوئی ٹپہ ٹائپ شدہ خطوط سے خالی نہیں رہتا۔ آخر ہمارے ساتھ آریہ سماجیوں کی یہ ہمدردی کیوں۔ ہم اُن کی انسانیت سوز حرکتوں سے کسی نوع کے حقوق حاصل کرنا نہیں چاہتے اور وہ کونسے حقوق ہیں جو ہم کو اس وقت حاصل نہیں ہیں۔ کاشتکاری ہماری ہے۔ تجارت ہماری ہے۔ ساہوکارہ ہمارا ہے۔ پیٹشل پٹواری ہم ہی ہیں۔ دیسمکھ و دیسپانڈیہ ہم ہی ہیں۔ وطن دار ہم ہی ہیں۔ غرض کہ زندگی کا کونسا ایسا شعبہ ہے جس پر ہم قابض نہیں ہیں اور ہم کو اگر کچھ مانگنا ہی ہے تو اُس سے مانگیں گے جس نے اب تک بے مانگے ہمیں بہت کچھ دیا ہے اور مانگنے پر بھی فیاضی سے عطا کیا ہے۔ ہم بیرون ملک کا کوئی احسان لینا نہیں چاہتے اور نہ ہم اُن کی مدد کے محتاج ہیں۔

گو حکومت اس بدامنی کو دور کرنے کے لئے موثر اور پرامن تدابیر اختیار کر رہی ہے اور اُس کے نزدیک یہ شورشیں پرکاہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ مگر وہ کانپور کی تازہ وحشیانہ غارتگری کو دکن کی سرزمین پر دیکھنا پسند نہیں کرتی اور نہ بنارسی گنگا میں جو تلاطم پیدا ہوا تھا وہ موسیٰ ندی کی پرسکون موجوں سے ٹکرانا چاہتی ہے اور نہ الہ آباد کی شورشوں کو حیدرآباد کی سرزمین پر دکھانا چاہتی ہے۔

ہندو بھائیو! کیا ڈھول پیٹھ کے ہنگامے سے کوئی سبق نہیں ملا؟ تم سوچو اور عقل کی روشنی میں سوچو۔ مذہب کی غلط تعلیم کا نتیجہ تعصب ہے اور تعصب عنوان ہے اقوام کی تباہی کا۔ اس لئے اگر ہندو بن کر دیکھو گے تو تمہیں مخمل بھی ٹاٹ سے کمتر نظر آئیگا اور اگر آزادانہ غور و فکر سے کام لوگے تو مجھے یقین ہے کہ خود تمہاری گردنیں شرم سے جھک جائیں گی کیونکہ حکومت نے کبھی اپنے کسی برتاؤ سے یہ محسوس ہی نہیں ہونے دیا کہ ہم کسی غیر کے محکوم ہیں۔

حضرت اقدس و اعلیٰ کو اصلاحی و تعمیری امور کا جب خود خیال ہے تو ہم کو بے چین ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر بھی تو غور کرو کہ یہ اصلاحیں اُس وقت تک عملی جامہ کیونکر پہن سکتی ہیں جب تک ارشاد خسروی پر عمل نہ کیا جائے اور وہ یہ ہیں:—

"ملک کی عمرانی ترقی اور امن و سکون رعایا، کے حسن سلوک اور حکومت کے ساتھ اشتراک پر منحصر ہے"۔

اب اور کیا چاہتے ہو خود تمہارے بادشاہ نے تمہیں حکومت کے ساتھ تعاون اور اشتراک کی دعوت دیکر اپنی رواداری اور اپنی رعایا، سے ہمدردی ظاہر فرمادی۔ اگر عاقبت اندیش ہو تو بادشاہ ذیجاہ کے قدموں

پر اپنی پیشانیاں رکھدو اور یہ یقین کر لو کہ تمھاری نجات اسی کے سایہ میں ہے -

مجھے امید ہے کہ میرے ان اشارات پر میرے وطنی ہندو بھائی ٹھنڈے دل سے غور کریں گے اور بیرونی اثرات کا کوئی اثر ان کی صلح پسند فطرت قبول نہ کرے گی بلکہ اُس کو ٹھکرا کر رہے گی -

اوحا دردا طبیب حاذق اَس حقہٕ پل خلق

مُرد مٕنز حُبن اکس بستر مادانی !

سالِ وفاتس روز و تاریخ وفاتس ہیت داں

ہفتہ ہم آدیذ شہید حمید الثانی آب !

۱۳۵۸